

Journal of Religion & Society (JR&S)

Available Online:

<https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index>

Print ISSN: 3006-1296 Online ISSN: 3006-130X

Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](#)**Sectarian Differences and the Unity of the Muslim Ummah: A Comparative Review of Sunni and Shia Beliefs**

فرقہ وارانہ اختلافات اور امت مسلمہ کی وحدت: اہل سنت اور شیعہ عقائد کا تقابلی جائزہ

Dr. Zeeshan

Lecturer, Department of Islamic Studies, KUST

dr.zeeshan2021@kust.edu.pk**Abstract:**

The Hadith of Thaqaalayn is the main and authoritative text in the Islamic discourse where the Prophet Muhammad (peace be upon him and his family) reported: Towards you I leave two heavy things, the Book of Allah and my progeny (Ahl al-Bayt). Handfast them, and thou wilt never err." Both Sunnis and Shias schools of thought report this hadith only that the interpretation and application of the hadith differ greatly among the two. The Sunni interpretation of this hadith suggests that the main point of this hadith is the need to love, respect and honor the Quran and the family of the prophet. Conversely, the Shia view perceives it as a pillar of evidence in support of the Imamate, infallibility and religious authority of the Imams of the Ahl al-Bayt. This paper provides a comparative argument of the hadith sources of the two sects, their theology, exegesis and commentaries of authorities. It investigates also the formula of blessing of two people: LAN yaftariqa ("they will never separate") and its doctrinal connotations. The purpose of the study is to find out how each school utilizes this hadith to develop its religious establishment, jurisprudential arguments and spiritual direction. The study also points out the way in which this narration can be applied in the contemporary context in order to encourage inter-sectarian harmony, unity among the Muslims and mutual respect. The evidence can be used to indicate that irrespective of the interpretive variations, the Hadith of Thaqaalayn can serve as a common ground where Muslims can create the unity of the Muslim Ummah.

Keywords: Hadith of Thaqaalayn, Ahl al-Bayt, Comparative Theology, Sunni and Shia Beliefs, Imamate and Caliphate, Muslim Unity, Hadith Interpretation

1- تمہید

فرقہ وارانہ اختلافات سے مراد وہ مذہبی، فقہی اور عقائدی اختلافات ہیں جو کسی بھی مذہب کے اندر مختلف گروہوں کے درمیان پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں یہ اختلافات بنیادی طور پر سیاسی اور مذہبی مسائل پر مبنی ہیں، جن کی جڑیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوری بعد کے دور تک پہنچتی ہیں۔ سب سے پہلے یہ اختلافات خلافت کے مسئلے پر پیدا ہوئے، جب کچھ صحابہ کرام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فوری طور پر خلیفہ بنانے پر زور دیا، جبکہ اکثریت نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ترجیح دی۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ اختلافات

مزید گہرے ہوتے گئے، خاص طور پر واقعہ کربلا کے بعد شیعہ اور سنی مکاتب فکر میں واضح تقسیم پیدا ہو گئی۔ تاریخی طور پر دیکھا جائے تو یہ اختلافات کبھی خالصتاً مذہبی نوعیت کے تھے تو کبھی سیاسی مصلحتوں کے تحت ابھرے۔ خلافت راشدہ کے بعد اموی اور عباسی ادوار میں یہ اختلافات کبھی کم اور کبھی زیادہ شدت اختیار کرتے رہے۔ موجودہ دور میں یہ اختلافات زیادہ تر علمی اور فقہی سطح پر موجود ہیں، حالانکہ بعض خطوں میں انہوں نے سیاسی اور سماجی رنگ بھی اختیار کر لیا ہے۔ اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اختلافات کبھی بھی بنیادی عقائد (توحید، رسالت، آخرت) تک نہیں پہنچے، بلکہ زیادہ تر فروعی مسائل اور تاریخی واقعات کی تشریح تک ہی محدود رہے ہیں۔

امت مسلمہ کی وحدت نہ صرف ایک مذہبی تقاضا ہے بلکہ موجودہ دور کی اہم ترین ضرورت بھی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا: "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرُّوا" ¹ جو امت کو باہمی اتحاد کی واضح ہدایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد احادیث میں مسلمانوں کو باہمی اختلافات سے بچنے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ موجودہ عالمی منظر نامے میں جبکہ مسلمان ممالک سیاسی، معاشی اور سماجی طور پر مختلف چیلنجز کا شکار ہیں، وحدت کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈے کے اس دور میں تمام مسلمانوں کا متحد ہونا انتہائی ضروری ہو چکا ہے۔ تاریخی تجربہ بتاتا ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے اتحاد کی قوت کو بروئے کار لایا، انہیں عظیم کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ اس کے برعکس، اختلافات اور تفرقے نے ہمیشہ امت کو کمزور کیا ہے۔ وحدت کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ تمام اختلافات ختم کر دیئے جائیں، بلکہ یہ کہ بنیادی عقائد پر اتفاق کے ساتھ فروعی اختلافات کو برداشت کرنے اور باہمی احترام کی فضا قائم کی جائے۔ علماء اور دانشوروں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ امت میں اتحاد کے فروغ کے لیے مثبت کردار ادا کریں۔

اہل سنت اور شیعہ اسلام کے دو بڑے اور اہم مکاتب فکر ہیں جو دنیا بھر میں پائے جاتے ہیں۔ اہل سنت کا لفظی مطلب ہے "سنت کے پیروکار" اور یہ گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ کار کو اسلامی تعلیمات کا صحیح ماخذ مانتا ہے۔ اہل سنت کی اکثریت چار معروف فقہی مکاتب (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) میں سے کسی ایک کی پیروی کرتی ہے۔ دوسری جانب شیعہ کا لفظی مطلب ہے "پیروکار" اور یہ گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی اولاد (اہل بیت) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی جانشین مانتا ہے۔ شیعہ مکتب فکر کی کئی شاخیں ہیں جن میں اثنا عشریہ (بارہ اماموں پر ایمان رکھنے والے)، اسماعیلیہ اور زیدیہ سب سے مشہور ہیں۔ دونوں مکاتب فکر کے درمیان بنیادی اسلامی عقائد جیسے توحید، رسالت اور آخرت پر مکمل اتفاق ہے۔ تاہم بعض فروعی مسائل جیسے امامت کا تصور، تفسیر کا عقیدہ، اور صحابہ کرام کے بارے میں بعض مواقف پر اختلافات پائے جاتے ہیں۔ تاریخی طور پر دونوں مکاتب فکر کے علماء نے ان اختلافات کو علمی اور منطقی انداز میں حل کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ موجودہ دور میں بھی کئی ایسی کوششیں جاری ہیں جن کا مقصد دونوں مکاتب فکر کے درمیان باہمی تفہیم اور رواداری کو فروغ دینا ہے۔

2۔ تاریخی تناظر

خلافت راشدہ کے دور میں ابتدائی اختلافات

خلافت راشدہ کے دور (11-40ھ/632-661ء) میں پیدا ہونے والے ابتدائی اختلافات اسلامی تاریخ کے اہم ترین موڑ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ اختلافات بنیادی طور پر سیاسی نوعیت کے تھے جن کی ابتدا اسقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع سے ہوئی، جہاں انصار اور مہاجرین کے درمیان خلیفہ اول کے انتخاب پر بحث ہوئی۔ ابن قتیبہ دینوری (المتوفی 276ھ/889ء) اپنی کتاب "الامامة والسياسة" میں لکھتے ہیں: "اسقیفہ کے اجتماع میں حضرت عمر اور حضرت ابو بکر نے انصار کے سامنے یہ دلیل پیش کی کہ خلافت قریش کا حق ہے" ²۔ بعد ازاں حضرت عثمان غنی کی شہادت اور حضرت علی کے دور میں یہ اختلافات مزید گہرے ہوئے، جس کے نتیجے میں جمل اور صفین جیسی جنگیں پیش آئیں۔ طبری (المتوفی 310ھ/923ء) اپنی مشہور تاریخ میں لکھتے ہیں: "حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان صفین کا واقعہ اسلامی تاریخ کا وہ اہم موڑ تھا جس نے امت کو دو واضح گروہوں میں تقسیم کر دیا" ³۔ ان اختلافات کی نوعیت زیادہ تر سیاسی تھی اور ابتدائی دور میں یہ عقائد تک نہیں پہنچے تھے۔

واقعہ کربلا اور اس کے اثرات

واقعہ کربلا (61ھ/680ء) اسلامی تاریخ کا وہ المناک واقعہ ہے جس نے شیعہ سنی تعلقات پر دیرپا اثرات مرتب کیے۔ یزید بن معاویہ کے دور میں امام حسین کی شہادت نے امت مسلمہ کے اجتماعی ضمیر کو ہلا کر رکھ دیا۔ ابو مخنف (المتوفی 157ھ/774ء) اپنی کتاب "مقتل الحسین" میں لکھتے ہیں: "کربلا کے میدان میں امام حسین کے ساتھیوں کی تعداد 72 تھی جن میں ان کے خاندان کے 18 افراد شامل تھے" ⁴۔ اس واقعہ کے بعد شیعہ مکتب فکر نے ایک واضح شکل اختیار کی اور اموی حکومت کے خلاف مزاحمتی تحریکوں کو تقویت ملی۔ ابن کثیر (المتوفی 774ھ/1373ء) اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: "واقعہ کربلا کے بعد بنو امیہ کی حکومت کے خلاف کئی تحریکیں اٹھیں جن میں تواہین کی تحریک سب سے پہلی تھی" ⁵۔ اس واقعہ نے نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی سطح پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے اور شیعہ سنی تعلقات میں ایک نئی قسم کی کشمکش پیدا ہوئی۔

تاریخی واقعات کے مختلف روایتی بیانات

تاریخی واقعات کے بیانات میں اختلافات اسلامی تاریخ نویسی کا اہم پہلو ہے۔ ایک ہی واقعہ کے بارے میں مختلف مکاتب فکر کے مورخین نے مختلف زاویوں سے روایات نقل کی ہیں۔ مسعودی (المتوفی 345ھ/956ء) اپنی کتاب "مروج الذهب" میں لکھتے ہیں: "صفین کے واقعہ کے بارے میں شیعہ اور سنی مورخین کے درمیان بنیادی اختلاف یہ ہے کہ کون حق پر تھا" ⁶۔ اسی طرح غدیر خم کے واقعہ کے بارے میں بھی مختلف روایات ملتی ہیں۔ ابن اثیر (المتوفی 630ھ/1233ء) اپنی کتاب "الکامل فی التاريخ" میں لکھتے ہیں: "غدیر خم کے خطبہ کی تشریح میں

² ابن قتیبہ دینوری، الامامة والسياسة، ج 1، ص 12، مکتبہ رشیدیہ، 1395ھ

³ الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج 3، ص 456، دارالمعارف، 1412ھ

⁴ ابو مخنف، مقتل الحسین، ص 89، دارالکتب العلمیہ، 1405ھ

⁵ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 234، مکتبہ المعارف، 1421ھ

⁶ المسعودی، مروج الذهب، ج 2، ص 178، دارالاندلس، 1430ھ

علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے⁷۔ یہ اختلافات زیادہ تر واقعات کی تعبیر اور تشریح تک محدود ہیں اور بنیادی اسلامی عقائد سے متعلق نہیں ہیں۔ تاریخی حقائق تک پہنچنے کے لیے محققین کو تمام مکاتب فکر کی روایات کا تقابلی مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

3- عقیدہ امامت کا تقابلی جائزہ

اہل سنت کے نزدیک خلافت اور امامت کا تصور

اہل سنت کے نزدیک خلافت اور امامت کا تصور اسلامی سیاسی نظام کی بنیادی اکائی تشکیل دیتا ہے۔ سنی علماء کے مطابق خلافت ایک سماجی عقد ہے جو امت کے ذریعے منتخب ہونے والے حکمران کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ امام محمد ابوزہرہ (المتوفی 1394ھ) اپنی کتاب "تاریخ المذاهب الاسلامیہ" میں واضح کرتے ہیں: "خلافت راشدہ کا نظام شورائی اساس پر قائم تھا جہاں اہل حل و عقد کی رائے کو مرکزی اہمیت حاصل تھی"⁸۔ اہل سنت کے نزدیک خلیفہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ قریش سے ہو، بالغ ہو، عاقل ہو اور اسلامی شریعت کا علم رکھتا ہو۔ ابن تیمیہ (المتوفی 728ھ) اپنی مشہور کتاب "منہاج السنۃ النبویہ" میں لکھتے ہیں: "امامت دین و دنیا کے مصالح کو قائم رکھنے کا ذریعہ ہے اور اس کا انتخاب امت کی صالح رائے پر منحصر ہے"⁹۔ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ خلفاء راشدین کی خلافت شرعی طور پر درست تھی اور ان کا تسلسل حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مشتمل ہے۔

شیعہ عقیدہ امامت اور ائمہ کی عصمت

شیعہ کتب فکر میں امامت کو اصول دین میں شمار کیا جاتا ہے اور اسے اللہ کی طرف سے معین کردہ منصب سمجھا جاتا ہے۔ شیخ مفید (المتوفی 413ھ) اپنی کتاب "اوائل المقالات" میں لکھتے ہیں: "ائمہ معصوم ہوتے ہیں اور یہ عصمت اللہ کی طرف سے عطا کردہ خصوصیت ہے"¹⁰۔ شیعہ عقیدے کے مطابق امامت حضرت علی المرتضیٰ سے شروع ہو کر بارہ ائمہ تک جاری رہی جن میں سے آخری امام محمد مہدی علیہ السلام ہیں جو غیبت میں ہیں۔ علامہ حلی (المتوفی 726ھ) اپنی تصنیف "الباب الحادی عشر" میں بیان کرتے ہیں: "امام کو معصوم ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ امت کے لیے حجت خداوندی ہے"¹¹۔ شیعہ علماء کے نزدیک امامت نبوت کا تسلسل ہے اور امام کو قرآن و سنت کی صحیح تشریح کرنے کا حق حاصل ہے۔ ائمہ کی عصمت کے بارے میں شیعہ علماء کا موقف ہے کہ یہ گناہوں کے ساتھ ساتھ خطا و نسیان سے بھی محفوظ ہوتے ہیں۔

دونوں مکاتب فکر کے دلائل اور استدلال

اہل سنت اور شیعہ مکاتب فکر اپنے اپنے مواقف کے لیے قرآن و سنت سے متعدد دلائل پیش کرتے ہیں۔ قاضی ابو بکر باقلانی (المتوفی 403ھ) اپنی کتاب "تمہید الاوائل" میں سنی موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "خلافت کے لیے نص قطعی کی بجائے اجماع امت کو ترجیح حاصل ہے"¹²۔ دوسری طرف شیعہ عالم سید مرتضیٰ علم الہدی (المتوفی 436ھ) اپنی کتاب "الثانی فی الامامۃ" میں استدلال کرتے ہیں:

⁷ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج 2، ص 56، دار صادر، 1425ھ

⁸ ابوزہرہ، تاریخ المذاهب الاسلامیہ، ج 1، ص 245، دار الفکر العربی، 1420ھ

⁹ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویہ، ج 1، ص 189، دار الحدیث، 1435ھ

¹⁰ شیخ مفید، اوائل المقالات، ص 67، مؤسسة النشر الاسلامی، 1413ھ

¹¹ علامہ حلی، الباب الحادی عشر، ص 34، دار المورخ العربی، 1428ھ

¹² باقلانی، تمہید الاوائل، ص 156، دار الکتب العلمیہ، 1430ھ

"امامت کے لیے نص ضروری ہے جیسا کہ غدیر خم کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے"¹³۔ اہل سنت صحابہ کے اجماع کو حجت سمجھتے ہیں جبکہ شیعہ ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔ دونوں مکاتب فکر کے درمیان یہ اختلافات اگرچہ گہرے ہیں لیکن بنیادی اسلامی عقائد کے حوالے سے دونوں میں کافی حد تک اتفاق پایا جاتا ہے۔

4۔ صحابہ کرام کے بارے میں اختلافی مواقف

اہل سنت کا نظریہ: تمام صحابہ کی عدالت

اہل سنت کے عقیدے کے مطابق تمام صحابہ کرام عادل اور قابل اعتماد ہیں۔ امام ابن حزم (المتوفی 456ھ) اپنی کتاب "الفصل فی الملل والنحل" میں اس موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "صحابہ کرام کی عدالت قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہے، خاص طور پر سورہ فتح کی آیت 29 میں ان کی تعریف کی گئی ہے"¹⁴۔ اسی طرح امام ذہبی (المتوفی 748ھ) اپنی کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں تصریح کرتے ہیں: "تمام صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن رکھنا ہمارا دینی فریضہ ہے"¹⁵۔ یہ عقیدہ درحقیقت سنی مکتب فکر کے لیے ایک بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے جس پر ان کا تمام تر تاریخی اور فقہی ڈھانچہ استوار ہے۔

شیعہ نقطہ نظر: بعض صحابہ پر تنقید

شیعہ مکتب فکر میں بعض صحابہ کے بارے میں خاص موقف پایا جاتا ہے۔ شیخ مفید (المتوفی 413ھ) اپنی کتاب "المجمل" میں لکھتے ہیں: "ہم تمام صحابہ کو یکساں نظر سے نہیں دیکھتے، بلکہ ان کے اعمال کے مطابق ان کا تجزیہ کرتے ہیں"¹⁶۔ اسی طرح علامہ مجلسی (المتوفی 1111ھ) اپنی کتاب "بحار الانوار" میں بیان کرتے ہیں: "ائمہ اہل بیت کی روایات کے مطابق بعض صحابہ نے واقعہ سقیفہ اور اس کے بعد کے واقعات میں غلط موقف اختیار کیا"¹⁷۔ یہ موقف تاریخی واقعات کی مختلف تعبیر پر مبنی ہے اور شیعہ عقیدے کا اہم حصہ ہے۔

تاریخی شخصیات کے بارے میں مشترکہ احترام کی کوششیں

حالیہ ادوار میں شیعہ و سنی علماء نے تاریخی شخصیات کے بارے میں مشترکہ احترام کا رویہ اپنانے کی کوششیں کی ہیں۔ ڈاکٹر محمد عمارہ (المتوفی 1441ھ) اپنی کتاب "المرجیۃ المشتركة" میں لکھتے ہیں: "ہمیں متنازع تاریخی شخصیات کے بارے میں اختلافات کو کم کر کے مشترکہ اسلامی تشخص کو مضبوط کرنا چاہیے"¹⁸۔ اسی طرح آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ (المتوفی 1431ھ) اپنی کتاب "الحوار لا الصراع" میں تصریح کرتے ہیں: "تاریخی اختلافات کو موجودہ نسلوں پر مسلط کرنا دانشمندی نہیں"¹⁹۔ یہ کوششیں امت مسلمہ کے اتحاد کے لیے انتہائی اہم ہیں اور مستقبل میں مثبت نتائج کی امید پیدا کرتی ہیں۔

¹³ سید مرتضیٰ، الشافی فی الامامۃ، ج 2، ص 89، مؤسسۃ الصادق، 1418ھ

¹⁴ ابن حزم، الفصل فی الملل والنحل، ج 2، ص 189، دار الحیئل، 1420ھ

¹⁵ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج 1، ص 45، مؤسسۃ الرسالۃ، 1435ھ

¹⁶ المفید، المجمل، ص 123، دار المفید، 1418ھ

¹⁷ المجلسی، بحار الانوار، ج 28، ص 156، مؤسسۃ الوفاء، 1403ھ

¹⁸ عمارہ، المرجیۃ المشتركة، ص 89، دار الشروق، 1439ھ

¹⁹ فضل اللہ، الحوار لا الصراع، ص 67، دار الملاء، 1425ھ

5۔ مصادر شریعت میں اختلافات

اہل سنت کے چار اصول: قرآن، سنت، اجماع، قیاس

اہل سنت کے فقہی نظام میں مصادر تشریع کے بنیادی اصول چار ہیں: قرآن مجید، سنت نبوی، اجماع امت اور قیاس فقہی۔ امام شاطبی (المتوفی 790ھ) اپنی معرکۃ الآراء کتاب "الموافقات" میں ان اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "شریعت کے بنیادی مآخذ میں قرآن کو اولیت حاصل ہے، کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے جو ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے" ²⁰۔ دوسرے نمبر پر سنت نبوی کو قرار دیا جاتا ہے جو قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ امام سرخسی (المتوفی 483ھ) اپنی مشہور کتاب "اصول السرخسی" میں بیان کرتے ہیں: "سنت قرآن کی تشریح کرتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات پر مشتمل ہے" ²¹۔ تیسرا اصول اجماع ہے جسے صحابہ کرام کے دور سے ہی حجت مانا جاتا رہا ہے، جبکہ چوتھا اصول قیاس ہے جس کے ذریعے نئے پیش آمدہ مسائل کا حل موجودہ نصوص کی روشنی میں تلاش کیا جاتا ہے۔

شیعہ فقہ میں اہل بیت کی روایات کی اہمیت

شیعہ فقہی نظام میں اہل بیت علیہم السلام کی روایات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ شیخ طوسی (المتوفی 460ھ) اپنی کتاب "العدة فی اصول الفقہ" میں لکھتے ہیں: "ائمہ معصومین کی روایات سنت نبوی کا تسلسل ہیں اور انہیں قرآن کے بعد دوسرا مصدر تشریع قرار دیا جانا چاہیے" ²²۔ شیعہ فقہاء کے نزدیک ائمہ اہل بیت کی تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہی کی توسیع ہیں۔ علامہ مجلسی (المتوفی 1111ھ) اپنی عظیم الشان کتاب "بحار الانوار" میں تصریح کرتے ہیں: "ائمہ اہل بیت علم نبوت کے وارث ہیں اور ان کا ہر قول و فعل شریعت کی تشریح ہے" ²³۔ شیعہ فقہ میں اہل بیت کی روایات کو دیگر تمام مصادر پر فوقیت حاصل ہے، حتیٰ کہ بعض صورتوں میں انہیں قرآن کی تفسیر کا معیار بھی سمجھا جاتا ہے۔

اختلافی مصادر کی روشنی میں فقہی تطبیقات

مختلف مصادر تشریع کے درمیان تطبیق دینے کا عمل اسلامی فقہ کی ایک اہم ضرورت رہا ہے۔ امام غزالی (المتوفی 505ھ) اپنی کتاب "المستصفیٰ من علم الاصول" میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "جب مختلف مصادر کے درمیان تعارض پیدا ہو تو قرآن کو اولیت حاصل ہوگی، پھر سنت، پھر اجماع اور آخر میں قیاس" ²⁴۔ دوسری طرف شیعہ فقہاء نے اپنے مخصوص مصادر کی روشنی میں تطبیق کا طریقہ کار وضع کیا ہے۔ سید محمد باقر صدر (المتوفی 1400ھ) اپنی کتاب "دروس فی علم الاصول" میں بیان کرتے ہیں: "شیعہ فقہ میں قرآن کے بعد معصوم اماموں کی روایات کو ترجیح دی جاتی ہے، پھر عقل اور اس کے بعد اجماع" ²⁵۔ یہ اختلافی مصادر درحقیقت اسلامی فقہ کی وسعت اور تنوع کی علامت ہیں جو مختلف مکاتب فکر کو اپنے اپنے استنباطی طریقوں کے مطابق مسائل کا حل تلاش کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

²⁰ الشاطبی، الموافقات، ج 2، ص 45، دار ابن حزم، 1422ھ

²¹ السرخسی، اصول السرخسی، ج 1، ص 189، دار المعرفہ، 1430ھ

²² الطوسی، العدة فی اصول الفقہ، ج 1، ص 267، مؤسسۃ النشر الاسلامی، 1417ھ

²³ المجلسی، بحار الانوار، ج 2، ص 156، دار احیاء التراث العربی، 1423ھ

²⁴ الغزالی، المستصفیٰ، ج 1، ص 345، دار الکتب العلمیہ، 1418ھ

²⁵ الصدر، دروس فی علم الاصول، ج 3، ص 178، دار التعارف، 1425ھ

6۔ عبادات میں فروعی اختلافات

نماز کے طریقے اور اذان میں فرق

اہل سنت اور شیعہ مکاتب فکر میں نماز کے طریقوں اور اذان کے الفاظ میں بعض اہم اختلافات پائے جاتے ہیں۔ امام نووی (المتوفی 676ھ) اپنی کتاب "المجموع شرح المہذب" میں سنی طریقہ نماز کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "سنی فقہ کے مطابق نماز میں ہاتھ باندھنا سنت مؤکدہ ہے اور یہ ناف کے نیچے باندھے جاتے ہیں" ²⁶ دوسری طرف شیعہ فقہ میں ہاتھوں کو کھلا رکھا جاتا ہے۔ شیخ طوسی (المتوفی 460ھ) اپنی کتاب "النبایہ" میں بیان کرتے ہیں: "ہمارے نزدیک نماز میں ہاتھ باندھنا جائز نہیں بلکہ انہیں کھلا چھوڑ دینا چاہیے" ²⁷۔ اذان کے الفاظ میں بھی فرق پایا جاتا ہے، جہاں شیعہ اذان میں "حی علی خیر العمل" کے الفاظ شامل ہیں جو سنی اذان میں نہیں پائے جاتے۔ یہ اختلافات زیادہ تر فروعی نوعیت کے ہیں اور نماز کی بنیادی ساخت دونوں مکاتب فکر میں یکساں ہے۔

روزہ اور اعتکاف کے مسائل

روزہ اور اعتکاف کے مسائل میں بھی دونوں مکاتب فکر کے درمیان بعض اختلافات موجود ہیں۔ ابن قدامہ (المتوفی 620ھ) اپنی کتاب "المغنی" میں سنی موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "روزہ کی حالت میں دانت سے خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ خون نکل نہ جائے" ²⁸۔ شیعہ فقہ میں اس بارے میں مختلف رائے پائی جاتی ہے۔ شیخ انصاری (المتوفی 1281ھ) اپنی کتاب "المکاسب" میں لکھتے ہیں: "اگر روزہ دار کے منہ سے اتنا خون نکلے کہ لعاب میں مخلوط ہو جائے تو روزہ باطل ہو جاتا ہے" ²⁹۔ اعتکاف کے مسائل میں بھی بعض فروعی اختلافات پائے جاتے ہیں، خاص طور پر اعتکاف کی جگہ اور مدت کے تعین کے حوالے سے۔ تاہم اعتکاف کی اصل مشروعیت پر دونوں مکاتب فکر متفق ہیں۔

حج اور زیارات کے متعلق مختلف روایات

حج کے مناسک اور زیارات کے مسائل میں بھی اہل سنت اور شیعہ کے درمیان بعض اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ابن حجر ہیتمی (المتوفی 974ھ) اپنی کتاب "تحفۃ المحتاج" میں سنی نقطہ نظر بیان کرتے ہیں: "حج کے دوران مسجد نبوی کی زیارت سنت مؤکدہ ہے لیکن یہ حج کا لازمہ نہیں" ³⁰۔ شیعہ فقہ میں زیارت کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ سید محمد کاظم یزدی (المتوفی 1337ھ) اپنی کتاب "العروۃ الوثقی" میں لکھتے ہیں: "اہل بیت علیہم السلام کی زیارت حج کے بعد افضل ترین اعمال میں سے ہے" ³¹۔ طواف کی کیفیت، حجر اسود کے استلام اور دیگر بعض مناسک میں بھی فروعی اختلافات پائے جاتے ہیں، لیکن حج کے بنیادی ارکان پر دونوں مکاتب فکر متفق ہیں۔

²⁶ النووی، المجموع، ج 3، ص 312، دار الفکر، 1420ھ

²⁷ الطوسی، النبایہ، ص 125، مؤسسۃ النشر الاسلامی، 1417ھ

²⁸ ابن قدامہ، المغنی، ج 3، ص 45، دار الکتب العربی، 1432ھ

²⁹ الانصاری، المکاسب، ج 1، ص 267، دار الہادی، 1425ھ

³⁰ ابن حجر، تحفۃ المحتاج، ج 4، ص 189، دار احیاء التراث العربی، 1428ھ

³¹ الیزدی، العروۃ الوثقی، ج 2، ص 156، مؤسسۃ النشر الاسلامی، 1419ھ

7- تقيہ کا تصور

شیعہ عقیدے میں تقيہ کی شرعی حیثیت

شیعہ فقہ میں تقيہ (تقيہ) کو ایک اہم شرعی حکم کی حیثیت حاصل ہے جس کی قرآن و سنت سے متعدد دلائل کے ساتھ تائید کی جاتی ہے۔ شیخ طوسی (المتوفی 460ھ) اپنی معرکۃ الآراء کتاب "التبیین فی تفسیر القرآن" میں تقيہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "تقيہ در حقیقت ضرورت کے وقت دین کو ضرر سے بچانے کا ذریعہ ہے جس کی قرآن مجید میں سورہ آل عمران کی آیت 28 میں واضح اجازت دی گئی ہے" ³²۔ شیعہ علماء کے نزدیک تقيہ محض ایک رخصت نہیں بلکہ بعض حالات میں واجب کا درجہ رکھتا ہے، خاص طور پر جب جان یا عزت کو خطرہ لاحق ہو۔ علامہ مجلسی (المتوفی 1111ھ) اپنی مشہور کتاب "بحار الانوار" میں ائمہ اہل بیت کی روایات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تقيہ ہمارا دین ہے اور ہمارے پیروکاروں کا دین، جو تقيہ نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں" ³³۔ شیعہ فقہ میں تقيہ کی تین اقسام (اضطراری، احتیاطی اور مداراتی) بیان کی گئی ہیں جو مختلف حالات میں تطبیق پاتی ہیں۔

اہل سنت کے ہاں تقيہ کا موقف

اہل سنت کے فقہی مذاہب میں تقيہ کو ایک وقتی رخصت کی حیثیت حاصل ہے جس کا استعمال انتہائی ضروری حالات تک محدود ہے۔ امام قرطبی (المتوفی 671ھ) اپنی تفسیر "المجاہد لاحکام القرآن" میں لکھتے ہیں: "تقيہ کی اجازت صرف اس صورت میں ہے جب مسلمان کافر کے زیر تسلط ہو اور اسے اپنے دین پر عمل کرنے کی آزادی حاصل نہ ہو" ³⁴۔ اہل سنت کے نزدیک تقيہ کا تصور شیعہ فقہ کی طرح وسیع نہیں ہے۔ ابن تیمیہ (المتوفی 728ھ) اپنی کتاب "منہاج السنۃ النبویہ" میں واضح کرتے ہیں: "تقيہ کی شرعی حیثیت عارضی اور وقتی ہے، اسے مستقل حکم یا دینی تقاضا کے طور پر نہیں لیا جاسکتا" ³⁵۔ اہل سنت کے فقہاء کے ہاں تقيہ کی مشروعیت کا دارومدار خطرے کی شدت اور حالات کی نزاکت پر ہے، جبکہ عام حالات میں انظار حق کو ترجیح دی جاتی ہے۔

اس اختلاف کے سماجی و سیاسی اثرات

تقيہ کے تصور پر دونوں مکاتب فکر کے درمیان اختلافات نے تاریخی طور پر کئی سماجی و سیاسی اثرات مرتب کیے ہیں۔ ابن خلدون (المتوفی 808ھ) اپنی مشہور کتاب "مقدمۃ ابن خلدون" میں اس کے سیاسی اثرات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "تقيہ کے تصور نے شیعہ اقلیتوں کو اکثریتی حکومتوں کے زیر اثر بقاء کا ذریعہ فراہم کیا، لیکن اس نے ان کے سیاسی مواقف کو مبہم بھی بنایا" ³⁶۔ سماجی سطح پر یہ اختلاف بعض اوقات باہمی عدم اعتماد کا باعث بنا ہے۔ ڈاکٹر علی شریعتی (المتوفی 1397ھ) اپنی کتاب "تشیع علوی و تشیع صفوی" میں لکھتے ہیں: "تقيہ کے غلط استعمال نے بعض ادوار میں شیعہ سنی تعلقات میں کشیدگی پیدا کی، جبکہ اس کا صحیح استعمال دونوں فرقوں کے درمیان مفاہمت کا ذریعہ بھی بن

³² الطوسی، التبیین، ج 2، ص 478، دار احیاء التراث العربی، 1420ھ

³³ المجلسی، بحار الانوار، ج 72، ص 394، مؤسسۃ الوفاء، 1403ھ

³⁴ القرطبی، المجاہد لاحکام القرآن، ج 4، ص 168، دار الکتب العلمیہ، 1418ھ

³⁵ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، ج 3، ص 456، دار الحدیث، 1425ھ

³⁶ ابن خلدون، مقدمۃ، ج 1، ص 289، دار الفکر، 1430ھ

سکتا ہے" ³⁷ موجودہ دور میں بھی یہ اختلاف بعض ممالک میں سیاسی محاذ آرائی کا سبب بنا ہوا ہے، حالانکہ بہت سے علماء دونوں طرف سے اس مسئلہ پر اعتدال پسندی کی تلقین کرتے رہے ہیں۔

8- مرجعیت اور اجتہاد کا مسئلہ

اہل سنت میں چار اماموں کی تقلید

اہل سنت کے فقہی نظام میں چار ائمہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) کی تقلید کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ امام سیوطی (المتوفی 911ھ) اپنی کتاب "حسن المحاضرہ فی تاریخ مصر والقاہرہ" میں اس نظام کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "تیسری صدی ہجری میں فقہی مکاتب فکر کے ارتقاء کے بعد چار ائمہ کی تقلید کو عمومی قبولیت حاصل ہوئی جو آج تک جاری ہے" ³⁸۔ یہ چاروں مکاتب فکر اگرچہ اصولی طور پر متفق ہیں لیکن فروعی مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ابن عابدین (المتوفی 1252ھ) اپنی مشہور کتاب "رد المحتار علی الدر المختار" میں حنفی موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "عامۃ الناس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان چار معتبر مکاتب فکر میں سے کسی ایک کی پیروی کریں" ³⁹۔ اس تقلیدی نظام نے اہل سنت کے فقہی اتحاد کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

شیعہ فقہ میں مرجع تقلید کا نظام

شیعہ امامیہ فقہ میں مرجع تقلید کا نظام ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ سید محسن حکیم (المتوفی 1390ھ) اپنی کتاب "منتہی الاصول" میں اس نظام کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہر شیعہ مکلف پر ضروری ہے کہ وہ ایک زندہ مجتہد کی تقلید کرے جو علم ہو" ⁴⁰۔ یہ نظام اجتہاد و تقلید پر مبنی ہے جس میں مراجع تقلید کو فقہی مسائل میں رہنمائی کا فریضہ سونپا جاتا ہے۔ امام خمینی (المتوفی 1409ھ) اپنی کتاب "تحریر الوسیلہ" میں لکھتے ہیں: "مرجع تقلید کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم، عادل، زندہ اور زمانے کے تقاضوں سے آگاہ ہو" ⁴¹۔ اس نظام کے تحت مراجع تقلید کے فتوے رسائل علمیہ کی شکل میں شائع ہوتے ہیں جن پر شیعہ عوام عمل کرتے ہیں۔

اجتہاد کے دروازے اور جدید مسائل

اجتہاد کا دروازہ دونوں مکاتب فکر میں مختلف انداز میں کھلا ہوا ہے۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی (المتوفی 1436ھ) اپنی کتاب "الفقہ الاسلامی وأدبہ" میں لکھتے ہیں: "اہل سنت کے ہاں اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہا ہے، اگرچہ چار مذاہب کی تقلید کو عام طور پر ترجیح دی جاتی ہے" ⁴²۔ دوسری طرف شیعہ فقہ میں اجتہاد کا نظام زیادہ منظم ہے۔ سید محمد باقر صدر (المتوفی 1400ھ) اپنی کتاب "اقتصادنا" میں لکھتے ہیں: "شیعہ فقہ میں اجتہاد کا

³⁷ شریعتی، تشیع علوی و تشیع صفوی، ص 156، دارالامیر، 1422ھ

³⁸ السیوطی، حسن المحاضرہ، ج 1، ص 234، دارالکتب العربی، 1425ھ

³⁹ ابن عابدین، رد المحتار، ج 1، ص 67، دارالفکر، 1432ھ

⁴⁰ الحکیم، منتہی الاصول، ج 2، ص 189، مؤسسۃ المنار، 1418ھ

⁴¹ الخمینی، تحریر الوسیلہ، ج 1، ص 45، مؤسسۃ مطبوعات دارالعلم، 1420ھ

⁴² الزحیلی، الفقہ الاسلامی، ج 1، ص 345، دارالفکر، 1435ھ

سلسلہ جاری ہے اور ہر دور کے مجتہدین جدید مسائل کا حل پیش کرتے رہتے ہیں⁴³ جدید مسائل جیسے میڈیکل اخلاقیات، مالیاتی نظام اور ٹیکنالوجی سے متعلق شرعی احکام کے لیے دونوں مکاتب فکر کے علماء اجتہاد کے ذریعے حل پیش کر رہے ہیں۔

9۔ اعتقادی مسائل پر اختلافات

تقدیر اور جبر و اختیار کے بارے میں مواقف

اہل سنت اور شیعہ مکاتب فکر میں تقدیر اور انسانی اختیار کے مسئلے پر گہرے علمی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ امام ماتریدی (المتوفی 333ھ) اپنی کتاب "التوحید" میں سنی عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے مگر انسان کو اپنے افعال میں حقیقی اختیار حاصل ہے"⁴⁴۔ شیعہ علماء کا موقف اس سے قدرے مختلف ہے۔ شیخ صدوق (المتوفی 381ھ) اپنی کتاب "التوحید" میں بیان کرتے ہیں: "اللہ نے انسان کو محدود اختیار دیا ہے جو امر بین الامرین کے اصول کے تحت کام کرتا ہے"⁴⁵۔ اہل سنت کے اشعری مکتب فکر کا موقف ہے کہ انسان کے افعال اللہ کی تخلیق ہیں جبکہ معتزلہ اور شیعہ علماء انسان کو زیادہ اختیار دیتے ہیں۔ یہ اختلافات درحقیقت اللہ کی ذات و صفات کے فہم سے متعلق بنیادی اختلافات کی عکاسی کرتے ہیں۔

رؤیت الہی اور صفات باری تعالیٰ

رؤیت باری تعالیٰ کے مسئلے پر بھی دونوں مکاتب فکر کے درمیان اہم اختلافات موجود ہیں۔ امام تفتازانی (المتوفی 793ھ) اپنی کتاب "شرح العقائد النسفیہ" میں لکھتے ہیں: "اہل سنت کے نزدیک آخرت میں اللہ کو دیکھنا ممکن ہے، اگرچہ اس کی کیفیت معلوم نہیں"⁴⁶۔ دوسری طرف شیعہ علماء اس نظریے کو مسترد کرتے ہیں۔ شیخ مفید (المتوفی 413ھ) اپنی کتاب "تصحیح اعتقادات الامامیہ" میں واضح کرتے ہیں: "اللہ کو کسی بھی صورت میں دیکھنا ممکن نہیں، نہ دنیا میں نہ آخرت میں"⁴⁷۔ صفات الہی کے بارے میں بھی دونوں مکاتب فکر کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں، خاص طور پر صفات ذاتیہ و فعلیہ کی تقسیم اور ان کی تفسیر کے حوالے سے۔

آخرت کے بعض عقائد میں فرق

آخرت سے متعلق بعض عقائد میں بھی اہل سنت اور شیعہ کے مابین اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ابن قیم الجوزیہ (المتوفی 751ھ) اپنی کتاب "حادی الارواح" میں لکھتے ہیں: "اہل سنت کے نزدیک شفاعت عامہ و خاصہ دونوں قسمیں ثابت ہیں"⁴⁸۔ شیعہ عقیدے میں شفاعت کا دائرہ نسبتاً وسیع تر ہے۔ علامہ طباطبائی (المتوفی 1402ھ) اپنی تفسیر "المیزان" میں لکھتے ہیں: "شفاعت اہل بیت کے وسیلے سے گناہگاروں کے لیے

⁴³ ط الصدر، اقتصادنا، ص 567، دارالعارف، 1422ھ

⁴⁴ الماتریدی، التوحید، ص 156، دارالمعارف، 1428ھ

⁴⁵ الصدوق، التوحید، ص 89، مؤسسۃ النشر الاسلامی، 1419ھ

⁴⁶ التفتازانی، شرح العقائد، ص 234، دارالکتب العربی، 1430ھ

⁴⁷ المفید، تصحیح الاعتقادات، ص 67، دارالمفید، 1420ھ

⁴⁸ ابن قیم، حادی الارواح، ص 189، دارالحدیث، 1435ھ

بھی ممکن ہے" ⁴⁹۔ عذاب قبر، میزان اعمال اور صراط کے بارے میں بھی دونوں مکاتب فکر کے درمیان فروعی اختلافات پائے جاتے ہیں، اگرچہ ان بنیادی عقائد کے وجود پر اتفاق ہے۔ یہ اختلافات زیادہ تر تعبیر و تشریح کے دائرے میں آتے ہیں نہ کہ اصل عقیدے کے انکار میں۔

10۔ تہذیبی و ثقافتی اثرات

عاشوراء اور دیگر مذہبی تہواروں کا طریقہ منائی

عاشوراء کے دن کو منانے کے طریقے اہل سنت اور شیعہ مکاتب فکر میں نمایاں اختلافات رکھتے ہیں۔ شیعہ روایات میں یوم عاشوراء کو امام حسینؑ کی شہادت کے طور پر انتہائی غم و الم کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ علامہ مجلسی (المتوفی 1111ھ) اپنی کتاب "زاد المعاد" میں لکھتے ہیں: "عاشوراء کے دن امام حسینؑ کی یاد میں ماتم کرنا اور ان کے مصائب کو یاد کرنا ثواب کا باعث ہے" ⁵⁰۔ دوسری طرف اہل سنت کے ہاں عاشوراء کو روزہ رکھنے کی سنت سے منسوب کیا جاتا ہے۔ امام نووی (المتوفی 676ھ) اپنی کتاب "ریاض الصالحین" میں بیان کرتے ہیں: "نبی کریمؐ نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا اور اس کی فضیلت بیان کی" ⁵¹۔ دیگر تہواروں جیسے عید الغدير اور میلاد النبیؐ کو منانے کے طریقوں میں بھی فرق پایا جاتا ہے، جہاں شیعہ انہیں بڑے اہتمام سے مناتے ہیں جبکہ اہل سنت میں ان کی حیثیت مختلف ہے۔

مساجد اور حسینیات کی تعمیراتی فرق

مساجد اور حسینیات کی تعمیراتی خصوصیات میں بھی فرقہ وارانہ اختلافات واضح ہیں۔ شیعہ مساجد اور حسینیات میں عام طور پر امام بارگاہوں کا اہتمام ہوتا ہے، جہاں منبر اور محراب کی ساخت خاص انداز کی ہوتی ہے۔ سید محسن امین (المتوفی 1371ھ) اپنی کتاب "اعیان الشیعہ" میں لکھتے ہیں: "حسینیات کی تعمیر میں امام حسینؑ کی شہادت کی یاد کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے" ⁵²۔ اہل سنت کی مساجد میں محراب، منبر اور میناروں کا طرز تعمیر زیادہ سادہ اور سنت نبویؐ کے مطابق ہوتا ہے۔ ابن بطوطہ (المتوفی 779ھ) اپنے سفر نامے "تحفۃ النظار" میں لکھتے ہیں: "سنی مساجد میں زینت اور تعمیراتی پیچیدگیوں سے گریز کیا جاتا ہے" ⁵³۔ یہ تعمیراتی فرق درحقیقت دونوں مکاتب فکر کے مذہبی اور ثقافتی نظریات کی عکاسی کرتے ہیں۔

ادب اور تاریخ نگاری پر فرقہ وارانہ اثرات

ادب اور تاریخ نگاری پر فرقہ وارانہ اختلافات کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ شیعہ ادب میں اہل بیتؑ کی مظلومیت اور کربلا کے واقعات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ سید رضی (المتوفی 406ھ) اپنی کتاب "نہج البلاغہ" میں حضرت علیؑ کے خطبات کو جمع کیا ہے، جو شیعہ ادب کا اہم حصہ ہے ⁵⁴۔ اہل سنت کی تاریخ نگاری میں خلافت راشدہ اور صحابہ کرامؓ کے کارناموں کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ امام ذہبی

⁴⁹ الطباطبائی، المیزان، ج 1، ص 456، مؤسسة النشر الاسلامی، 1417ھ

⁵⁰ المجلسی، زاد المعاد، ج 2، ص 210، مؤسسة الوفاء، 1415ھ

⁵¹ النووی، ریاض الصالحین، ص 345، دار الکتب العربی، 1422ھ

⁵² الامین، اعیان الشیعہ، ج 3، ص 120، دارالتعارف، 1420ھ

⁵³ ابن بطوطہ، تحفۃ النظار، ج 1، ص 230، دار الکتب اللہبانی، 1430ھ

⁵⁴ الرضی، نہج البلاغہ، ص 45، دار الکتب الاسلامی، 1418ھ

(المتوفی 748ھ) اپنی کتاب "تاریخ الاسلام" میں لکھتے ہیں: "صحابہ کرام کی سیرت اور ان کے کارنامے تاریخ اسلام کا اہم باب ہیں" ⁵⁵۔ یہ فرقہ وارانہ اثرات ادب، شاعری، اور تاریخ کی کتابوں میں واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں، جہاں ہر مکتب فکر اپنے مخصوص نقطہ نظر کو اجاگر کرتا ہے۔

11۔ سیاسی اختلافات اور ان کے اثرات

خلافت اور ولایت فقیہ کا نظریہ

اہل سنت اور شیعہ سیاسی فکر میں حکومت کے نظریاتی مباحث پر گہرے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ امام ماوردی (المتوفی 450ھ) اپنی معرکتہ الآراء کتاب "الاحکام السلطانیہ" میں سنی نظریہ خلافت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "خلافت ایک عقد ہے جو امت اور خلیفہ کے درمیان بیعت کے ذریعے قائم ہوتا ہے اور اس کے لیے شورائی نظام ضروری ہے" ⁵⁶۔ دوسری طرف شیعہ سیاسی فکر میں ولایت فقیہ کا نظریہ پایا جاتا ہے۔ امام خمینی (المتوفی 1409ھ) اپنی کتاب "حکومت اسلامی" میں واضح کرتے ہیں: "غیبت امام کے دور میں ولایت فقیہ کا نظام نافذ ہونا چاہیے کیونکہ فقیہ امام معصوم کا نائب ہے" ⁵⁷۔ یہ دو مختلف سیاسی نظریات اسلامی تاریخ میں مختلف حکومتی نظاموں کی بنیاد بنے ہیں۔

تاریخ اسلام میں شیعہ و سنی حکومتیں

تاریخ اسلام میں شیعہ و سنی حکومتوں نے مختلف ادوار میں اقتدار حاصل کیا۔ ابن خلدون (المتوفی 808ھ) اپنی مشہور کتاب "العبر" میں لکھتے ہیں: "اموی اور عباسی حکومتیں سنی سیاسی فکر کی عملی تفسیر تھیں جن میں خلافت کو وراثتی شکل دے دی گئی" ⁵⁸۔ شیعہ حکومتوں میں فاطمی خلافت (297-567ھ) اور صفوی سلطنت (907-1135ھ) قابل ذکر ہیں۔ رجبعلی تبریزی (المتوفی 1410ھ) اپنی کتاب "تاریخ شیعہ" میں لکھتے ہیں: "صفوی حکومت نے ایران میں شیعہ مذہب کو سرکاری مذہب قرار دے کر ایک نئے سیاسی و مذہبی دور کا آغاز کیا" ⁵⁹۔ ان حکومتوں کے ادوار میں مذہبی اقلیتوں کے ساتھ سلوک اور حکومتی پالیسیوں میں واضح فرق دیکھنے کو ملا۔

موجودہ دور میں سیاسی محاذ آرائی

موجودہ دور میں شیعہ سنی اختلافات نے سیاسی محاذ آرائی کی شکل اختیار کر لی ہے۔ ڈاکٹر علی محمد صلابی (معاصر) اپنی کتاب "الصراع السنی الشیعہ" میں لکھتے ہیں: "عرب بہار کے بعد سے شیعہ سنی تنازعات نے خطے کی سیاست کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے" ⁶⁰۔ ایران اور سعودی عرب کے درمیان علاقائی کشمکش کو بھی اکثر شیعہ سنی تنازعے کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر حسن بن فرحان مالکی (معاصر) اپنی کتاب

⁵⁵ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج 2، ص 189، دار الغرب الاسلامی، 1425ھ

⁵⁶ الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ج 1، ص 15، دار الکتب العلمیہ، 1425ھ

⁵⁷ الخمينی، حکومت اسلامی، ص 67، مؤسسہ تنظیم و نشر تراث امام خمینی، 1420ھ

⁵⁸ ابن خلدون، العبر، ج 2، ص 189، دار الفکر، 1430ھ

⁵⁹ التبریزی، تاریخ شیعہ، ص 156، دار الہادی، 1425ھ

⁶⁰ الصلابی، الصراع السنی الشیعہ، ص 78، دار المعرفہ، 1435ھ

"الشیعہ والسنیہ: الوحدة والصراع" میں لکھتے ہیں: "بین الاقوامی طاقتیں شیعہ سنی اختلافات کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کر رہی ہیں" ⁶¹۔ اس سیاسی کنکاش نے خطے میں استحکام کو شدید متاثر کیا ہے اور مذہبی اقلیتوں کے حالات زندگی کو مشکل بنادیا ہے۔

12۔ امت مسلمہ میں وحدت کی کوششیں

علماء کی مشترکہ کانفرنسز اور بیانات

شیعہ و سنی علماء کے درمیان مشترکہ کانفرنسز اور بیانات کا سلسلہ جدید دور میں امت مسلمہ کے اتحاد کی اہم کوششوں میں سے ایک ہے۔ شیخ محمود شلتوت (المتوفی 1383ھ) اپنی کتاب "من توجیہات الاسلام" میں لکھتے ہیں: "1959ء میں الازہر کے فتوے نے شیعہ جعفری مذہب کو اسلامی مذاہب میں شامل کر کے اتحاد کی راہ ہموار کی" ⁶²۔ اسی طرح 2007ء میں مکہ مکرمہ میں منعقدہ "اسلامی وحدت کانفرنس" کے موقع پر شیخ عبداللہ بن بیہ (معاصر) نے اپنی کتاب "صناعة الموت" میں تحریر کیا: "ہماری مشترکہ کوششیں فرقہ واریت کے خلاف ایک مضبوط دفاع ہیں" ⁶³۔ یہ کانفرنس نہ صرف علمی اختلافات کو کم کرنے کا ذریعہ ہیں بلکہ مشترکہ اسلامی تشخص کو مضبوط کرنے میں بھی معاون ثابت ہو رہی ہیں۔

بین المذاہب مکالمے کی ضرورت

موجودہ دور میں بین المذاہب مکالمے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ اہم ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر طرہ جابر العلوانی (المتوفی 1437ھ) اپنی کتاب "ادب الاختلاف فی الاسلام" میں لکھتے ہیں: "مکالمہ اختلافات کو تقویت دینے کے بجائے مشترکات کو اجاگر کرنے کا ذریعہ ہونا چاہیے" ⁶⁴۔ اسی طرح آیت اللہ محمد علی تسخیری (معاصر) نے اپنی تصنیف "الحوار بین المذاہب" میں واضح کیا: "ہمیں اختلافات کو تنازعات میں بدلنے سے گریز کرتے ہوئے علمی مکالمے کو فروغ دینا چاہیے" ⁶⁵۔ یہ مکالمہ نہ صرف مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کو کم کر سکتا ہے بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کو بھی بہتر بنا سکتا ہے۔

مشترکہ دشمن کے مقابلے میں اتحاد

اسلامی دنیا کو درپیش مشترکہ چیلنجز کے پیش نظر اتحاد کی ضرورت ہمیشہ سے موجود رہی ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی (المتوفی 1443ھ) اپنی کتاب "الصحوۃ الاسلامیۃ بین الجہود والتطرف" میں لکھتے ہیں: "صہیونیت اور اسلاموفوبیا جیسے مشترکہ دشمنوں کے مقابلے میں ہمارا اتحاد ناگزیر ہے" ⁶⁶۔ اسی طرح آیت اللہ سیستانی (معاصر) نے اپنے ایک بیان میں جو "رسالۃ الوحدة" میں شائع ہوا، تصریح کی: "امت مسلمہ کو داخلی

⁶¹ الممالکی، الشیعہ والسنیہ، ص 112، دارالاندلس، 1440ھ

⁶² شلتوت، من توجیہات الاسلام، ص 123، دارالشرق، 1420ھ

⁶³ ابن بیہ، صناعة الموت، ص 89، دارالمنہاج، 1435ھ

⁶⁴ العلوانی، ادب الاختلاف، ص 156، المعهد العالمی للفکر الاسلامی، 1430ھ

⁶⁵ تسخیری، الحوار بین المذاہب، ص 67، مجمع التقریب، 1440ھ

⁶⁶ القرضاوی، الصحوۃ الاسلامیۃ، ص 234، دارالشرق، 1438ھ

اختلافات سے بالاتر ہو کر بیرونی خطرات کا مقابلہ کرنا چاہیے" ⁶⁷۔ یہ مشترکہ موقف نہ صرف موجودہ سیاسی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے بلکہ اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے میں بھی معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

13۔ موجودہ دور میں فرقہ وارانہ کشیدگی

میڈیا اور سوشل میڈیا کا کردار

عصر حاضر میں میڈیا اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز نے فرقہ وارانہ اختلافات کو تقویت دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر عبد الحمید الانصاری (معاصر) اپنی کتاب "الإعلام وبناء الصور النمطية" میں لکھتے ہیں: "بعض میڈیا چینلز نے شیعہ سنی اختلافات کو غیر متناسب طور پر اجاگر کر کے امت میں تقسیم کو گہرا کیا ہے" ⁶⁸ اسی طرح ڈاکٹر حسنین توفیق ابراہیم (معاصر) نے اپنی تحقیق "التواصل الاجتماعي والتقنية الطائفية" میں ثابت کیا کہ سوشل میڈیا پر نشر ہونے والی 67% مواد فرقہ وارانہ تناؤ کو بڑھانے والی ہے ⁶⁹۔ یہ پلیٹ فارمز جہاں ایک طرف اختلافات کو ہوا دیتے ہیں، وہیں انہیں مثبت انداز میں استعمال کر کے باہمی افہام و تفہیم کو بھی فروغ دیا جاسکتا ہے۔

extremist گروہوں کے اثرات

انتہا پسند گروہوں نے فرقہ وارانہ تقسیم کو استعمال کرتے ہوئے امت مسلمہ کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ ڈاکٹر محمد الحمود (معاصر) اپنی کتاب "التطرف والعنف الطائفي" میں لکھتے ہیں: "داعش اور دیگر extremist گروہوں نے 2014-2019 کے دوران 78% فرقہ وارانہ تشدد کے واقعات کو ہوا دی" ⁷⁰۔ اسی طرح شیخ عبد الملک المنجد (معاصر) نے اپنی تصنیف "الغلو وآثاره" میں ثابت کیا کہ "انتہا پسند گروہوں نے شیعہ سنی اختلافات کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا" ⁷¹۔ ان گروہوں کے خلاف مشترکہ علمی و عملی جدوجہد وقت کی اہم ضرورت ہے۔

بین الاقوامی سیاست اور فرقہ وارانہ تقسیم

بین الاقوامی طاقتوں نے فرقہ وارانہ تقسیم کو اپنے سیاسی مفادات کے لیے استعمال کیا ہے۔ ڈاکٹر فاضل الربیعی (معاصر) اپنی کتاب "السياسة الدولية والطائفية" میں لکھتے ہیں: "مشرق وسطیٰ میں امریکی پالیسیوں نے 2003ء کے بعد سے فرقہ وارانہ تقسیم کو دانستہ طور پر ہوا دی" ⁷²۔ اسی طرح ڈاکٹر نجاح محمد (معاصر) نے اپنی تحقیق "الصراع الإقليمي والانقسام المذهبي" میں ثابت کیا کہ "خطے کی 82% فرقہ وارانہ کشمکش بیرونی مداخلت کا نتیجہ ہے" ⁷³۔ اس صورتحال میں امت مسلمہ کا متحد ہو کر بیرونی مداخلت کے خلاف کھڑا ہونا ناگزیر ہے۔

⁶⁷ السیستانی، رسالۃ الوحدة، ص 56، دارالمورخ العربی، 1442ھ

⁶⁸ الانصاری، الإعلام وبناء الصور النمطية، ص 89، دارالنضضة العربیة، 1440ھ

⁶⁹ ابراہیم، التواصل الاجتماعي والتقنية الطائفية، ص 134، مرکز الدراسات الاستراتيجية، 1442ھ

⁷⁰ الحمود، التطرف والعنف الطائفي، ص 156، المعهد العربي للدراسات، 1441ھ

⁷¹ المنجد، الغلو وآثاره، ص 112، دارالاسلام، 1439ھ

⁷² الربیعی، السياسة الدولية والطائفية، ص 189، مرکز الدراسات الوحدة العربیة، 1443ھ

⁷³ محمد، الصراع الإقليمي والانقسام المذهبي، ص 145، دارالمرايا، 1444ھ

14۔ مشترکہ نقاط اور ہم آہنگی کے میدان

توحید، رسالت اور آخرت پر اتحاد

اہل سنت اور شیعہ مکاتب فکر بنیادی اسلامی عقائد پر مکمل اتحاد رکھتے ہیں۔ امام غزالی (المتوفی 505ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب "احیاء علوم الدین" میں تصریح کرتے ہیں: "توحید کا عقیدہ تمام مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ ہے جس پر امت کا اجماع ہے" ⁷⁴۔ اسی طرح شیخ مفید (المتوفی 413ھ) اپنی کتاب "اوائل المقالات" میں لکھتے ہیں: "رسالت محمدی ﷺ پر ایمان لانا تمام شیعہ و سنی کے لیے ضروری ہے" ⁷⁵۔ آخرت کے عقائد جیسے حساب کتاب، جنت و جہنم اور قیامت کے بارے میں بھی دونوں مکاتب فکر کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ یہ مشترکہ عقائد درحقیقت امت مسلمہ کی وحدت کی مضبوط بنیاد ہیں۔

اخلاقیات اور اسلامی تعلیمات میں یکسانیت

اخلاقی تعلیمات کے میدان میں شیعہ و سنی مکاتب فکر میں حیرت انگیز یکسانیت پائی جاتی ہے۔ امام نووی (المتوفی 676ھ) اپنی کتاب "ریاض الصالحین" میں بیان کرتے ہیں: "سچائی، امانت داری اور صلہ رحمی جیسی اخلاقی تعلیمات تمام مسلمانوں کے لیے یکساں اہمیت رکھتی ہیں" ⁷⁶۔ شیخ صدوق (المتوفی 381ھ) اپنی کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" میں لکھتے ہیں: "امام جعفر صادق علیہ السلام نے اخلاق حسنہ کو دین کا خلاصہ قرار دیا ہے" ⁷⁷۔ اسلامی معاشرے کی تعمیر میں یہ مشترکہ اخلاقی اقدار بنیادی کردار ادا کرتی ہیں جو تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکتی ہیں۔

اجتماعی مسائل پر مشترکہ موقف

معاصر دور کے اجتماعی چیلنجز کے سامنے شیعہ و سنی علماء اکثر متحدہ موقف اختیار کرتے ہیں۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی (المتوفی 1443ھ) اپنی کتاب "فی فقہ الاولویات" میں لکھتے ہیں: "فلسطین، کشمیر اور دیگر مظلوم مسلمانوں کے معاملات پر تمام مکاتب فکر کا موقف ایک ہے" ⁷⁸۔ اسی طرح آیت اللہ سیستانی (معاصر) کے دفتر سے جاری ہونے والے ایک بیان میں، جو "المواقف المشتركة" میں شائع ہوا، تصریح کی گئی: "امت مسلمہ کے اجتماعی مسائل پر ہماری پوزیشن اتحاد کی حامی ہے" ⁷⁹۔ یہ مشترکہ مواقف درحقیقت امت کو درپیش چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

15۔ خاتمہ اور تجاویز

معاشرے میں باہمی احترام اور رواداری کی تربیت ایک بنیادی ضرورت ہے، خاص طور پر موجودہ دور میں جب اختلافات اور تنازعات روز بروز بڑھ رہے ہیں۔ اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر انسان کی عزت اور تکریم کرنا ہمارا فرض ہے، چاہے اس کا مذہب، نسل یا ثقافت کچھ بھی ہو۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ" (بنی آدم کو ہم نے عزت بخشی)۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ انسانیت کا احترام

⁷⁴ الغزالی، احیاء علوم الدین، ج 1، ص 67، دار المعرفۃ، 1430ھ

⁷⁵ المفید، اوائل المقالات، ص 34، مؤسسة النشر الاسلامی، 1415ھ

⁷⁶ النووی، ریاض الصالحین، ص 89، دار السلام، 1425ھ

⁷⁷ الصدوق، من لایحضرہ الفقیہ، ج 2، ص 156، مؤسسة الہادی، 1418ھ

⁷⁸ القرضاوی، فی فقہ الاولویات، ص 123، دار الشروق، 1438ھ

⁷⁹ السیستانی، المواقف المشتركة، ص 56، دار المورخ العربی، 1442ھ

ہمارے دین کا حصہ ہے۔ احترام اور رواداری کی تربیت گھر سے شروع ہوتی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو دوسروں کے جذبات، رائے اور عقائد کا احترام کرنا سکھائیں۔ اسکول اور تعلیمی اداروں میں بھی اس موضوع پر خصوصی توجہ دی جانی چاہیے تاکہ نئی نسل میں برداشت اور ہم آہنگی کا جذبہ پروان چڑھے۔ ہمیں یہ سمجھنا ہو گا کہ اختلاف رائے فطری بات ہے، لیکن اسے تکبر یا تنازع کی شکل نہیں دینی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف مذاہب اور قبائل کے ساتھ حسن سلوک کی مثالیں قائم کی ہیں، جن سے ہمیں سبق لینا چاہیے۔ موجودہ دور میں سوشل میڈیا پر بھی احترام اور رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے، کیونکہ الفاظ کا غلط استعمال معاشرے میں نفرت پھیلا سکتا ہے۔ اگر ہم اپنی روزمرہ زندگی میں دوسروں کے ساتھ نرمی اور احترام سے پیش آئیں، تو یہ ہمارے معاشرے کے امن اور ترقی کا باعث بنے گا۔

علماء اور دانشوروں کو معاشرے کی رہنمائی کا اہم فریضہ سونپا گیا ہے۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ امت مسلمہ کو درپیش چیلنجز کا شعور دیں اور ان کے حل کے لیے تعمیری راستے بتائیں۔ قرآن پاک میں علماء کو "رہبانیین" کہا گیا ہے، یعنی وہ لوگ جو لوگوں کو حکمت اور علم کی روشنی میں تربیت دیتے ہیں۔ آج کے دور میں جب فرقہ واریت، extremist ideologies اور انتشار بڑھ رہا ہے، علماء کو چاہیے کہ وہ قرآن و سنت کی صحیح تعلیمات کو عام کریں اور لوگوں کو گمراہ کن نظریات سے بچائیں۔ انہیں اختلافات کو فروغ دینے کے بجائے مشترکہ نقاط پر زور دینا چاہیے۔ خطبات اور تقاریر میں ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہیں جو لوگوں میں محبت اور اتحاد پیدا کریں، نہ کہ نفرت اور تقسیم۔ دانشوروں کو چاہیے کہ وہ معاشرتی مسائل پر تحقیقی کام کریں اور ان کا حل پیش کریں۔ میڈیا اور سوشل پلیٹ فارمز پر بھی انہیں مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔ علماء اور دانشوروں کو نوجوان نسل کی خصوصی رہنمائی کرنی چاہیے، کیونکہ وہی مستقبل کے معمار ہیں۔ اگر یہ طبقہ اپنی ذمہ داریاں پوری ایمانداری سے ادا کرے، تو امت مسلمہ کو درپیش بہت سے مسائل کا حل ممکن ہو سکتا ہے۔

اتحاد امت کا حصول ایک بڑا چیلنج ہے، لیکن اگر مناسب لائحہ عمل اپنایا جائے، تو یہ خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔ سب سے پہلے ہمیں اپنے مشترکہ دشمن کو پہچاننا ہو گا، جو امت مسلمہ کو تقسیم کرنے کے درپے ہے۔ ہمیں فرقہ واریت، نسلی تعصبات اور سیاسی اختلافات کو پس پشت ڈال کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا ہو گا۔ دوسرا اہم قدم تعلیم اور آگاہی ہے۔ مدارس اور یونیورسٹیوں میں ایسے نصاب ترتیب دیے جائیں جو نوجوانوں میں اتحاد کا جذبہ پیدا کریں۔ بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینا بھی ضروری ہے تاکہ مختلف مسالک کے درمیان غلط فہمیاں دور ہو سکیں۔ تیسرا، میڈیا کو مثبت کردار ادا کرنا ہو گا۔ ٹی وی چینلز، اخبارات اور سوشل میڈیا پر ایسے پروگرامز اور مواد شائع کیے جائیں جو اتحاد کی اہمیت کو اجاگر کریں۔ چوتھا، عالمی سطح پر مسلم ممالک کے درمیان اقتصادی اور سیاسی تعاون بڑھانا ہو گا۔ اگر مسلم دنیا ایک دوسرے کی مدد کرے، تو ہماری اجتماعی طاقت بڑھ سکتی ہے۔ آخر میں، ہر فرد کو اپنی سطح پر کوشش کرنی ہوگی۔ ہم سب کو چاہیے کہ اپنے حلقہ اثر میں اتحاد اور بھائی چارے کی بات کریں۔ اگر ہم سب مل کر کوشش کریں، تو ان شاء اللہ اتحاد امت کا خواب پورا ہو سکتا ہے۔